فحش کا قرآنی تصور

تحریر و تحقیق ڈاکٹر قمر زمان

اگر ایک جملے میں فحش کو بیان کرنا ہو تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر وہ کلام اور عمل فحش ہے جو قرآن سے ہٹ کر کیا جائے۔ قرآن اس کے متعلق کیا کہتا ہے، دیکھنے کے لئے فحش کے متعلق بنیادی آیات دیکھنا ہونگی جو سورۃ الاعراف کی ابتداء میں بیان ہوئی ہیں۔ آیئے سورۃ الاعراف کی ابتدائی آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ○

یقیناً ہم نے تم کو تخلیق کیا اور تصویر کشی کی پھر ملائکہ سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ ریز، سرنگوں ہو جاؤ تو سوائے ابلیس کے سب سرنگوں ہو گئے وہ سرنگوں ہونے والوں میں سے نہیں تھا۔

اس آیت میں ملائکہ اور سجدہ کے الفاظ آئے ہیں جو کتاب حقیقت ملائکہ میں وضاحت سے بیان ہو چکے ہیں۔ یاد دھانی کے لئے عرض ہے کہ

ملائکہ: معاشرے ہی کے کرتا دھرتا افرد ہوتے ہیں

اور

سجدہ: سے مراد تابع ہونا، تابعداری کرنا ہوتا ہے۔

بنیادی طور پر آدم اور ابلیس کے قصے میں اس وقت کا بیان ہے جس وقت معاشرے کے افراد کو احساس ہوتا ہے کہ ایک فلاحی معاشرہ حقوق یعنی عدل اجتمائی کی بنیاد پر قائم کیا جائے مگر اسی معاشرہ کے طاقتور لوگ ہمیشہ حکومت کو قابو کئے رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں اور ایسے ہی

لوگ ملائکہ کہلاتے ہیں۔ جبکہ آدم وہ لوگ ہیں جن کو قوانین قدرت یعنی "اسماء" کا شعور ہوتا ہے اس لئے وہ ایک اصلاحی فلاحی معاشرہ کے قیام کے لئے نظام عدل کی تشکیل حقوق کی بنیاد پر چاہتے ہیں۔ جو سب کے لئے یکساں مواقع فراہم کرے جبکہ اسی معاشرہ میں طاقتور لوگوں کا ایک استحصالی طبقہ بھی ہوتا ہے جو ایسی اصلاحات سے مایوسی کا اظہار کرتا ہے جسے ابلیس کہا گیا ہے۔ یہ طبقہ بنی نوع آدم کو اشتعال دلاتا ہے اور اسی لئے شیطان کہلاتا ہے۔ جب اس استحصالی طبقہ نے بنی نوع آدم کی اصولی طور پر طابعداری سے انکار کیا تو کہا گیا۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ O

کس چیز نے تجھے تابعداری سے روکا جب کہ میں نے حکم دیا تھا تو وہ بولا میں اس سے بہتر ہوں مجھے تخلیق کیا ہے "نار" سے اور اسے تخلیق کیا ہے طین سے

یعنی اس طبقہ کی سرشت میں آگ (گرمی) ہے اور آدم کی سرشت میں اطوار یعنی طور طریقے (معاملات)۔

اس آیت میں لفظ "طین" استعمال ہوا ہے جو اردو میں بھی سرشت کے معنوں میں مستعمل ہے مثلا بد طینت، خوش طینت۔

شیطان اپنی پیدائش کی بنیاد پر فضیلت کا دعویدار ہے جب کہ آدم اپنے علم اور اصول کی بنیاد پر فضیلت کا حق رکھتا ہے اس لئے۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ O

کہا تو تنزلی اختیار کر تیرے لئے یہ ممکن نہیں کہ تو اس میں تکبر کرے پس تو نکل جا یقینا تو چھوٹے لوگوں میں سے ہے۔

اس پر اس نے مہلت طلب کی اور اسے مہلت دی گئی۔

قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ O قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ O

اس نے کہا مجھے اس دن تک مہلت دیجئے کہ جس دن لوگوں کو مبعوث کیا جائے گا۔ کہا تجھ کو مہلت دی جاتی ہے۔

اس میں ایک لفظ یوم یبعثون آیا ہے جس کا مفہوم "قیامت والے دن" سے لیا گیا ہے جس دن سب انسان ایک مرتبہ پھر زندہ کئے جائیں گے اور خالق سب کا حساب کرے گا۔ "بعث" کے معنی ہوتے ہیں کسی کو کسی مقام پر کھڑے کرنا۔ انبیاء کی بعثت کا مطلب ہے وہ نبوت کے مقام پر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور مجرم کو عدالت میں مبعوث کیا جاتا ہے تاکہ اس سے بازپرس کی جائے اس لئے "یوم یبعثون" وہ دن ہے جب استحصالی طبقے کو کٹھرے میں کھڑا کیا جائے گا۔ اور پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے لوگوں کا استحصال کیوں کیا تھا؟

مہلت حاصل کرنے کے بعد اب اس نے کہا۔

قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ O ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ O

شیطان نے کہا بسبب تو نے مجھے اغوا کیا میں لازماً ان لوگوں کے لئے تیرے استقامت کے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ان کے آگے سے ان کے پیچھے سے ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں طرف سے آؤں گا اور تو ان کو کثرت سے ناشکرا پائے گا۔

اس آیت کا ترجمہ اگر بہتر مقاصد کے تحت کیا جائے تو کچھ یوں ہو گا " مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ " تمہاری طاقت کے درمیان سے " وَمِنْ خَلْفِهِمْ " تمہارے پیچھے چلنے والوں میں سے " وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ " تمہارے یمن و سعادت کے اصولوں سے " وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ " تمہارے بلند مقامات سے آگے ارشاد ہوا۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ O

حکم ہوا نکلو اس میں سے ذلیل و خوار ہو کر اور وہ جو تیری پیروی کرے گا میں تم سب کو جہنم میں بھر دوں گا۔

آگے ارشاد ہوا۔

وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ O

اے آدم تو اور تیرے لوگ سکونت اختیار کریں جنت کی اور تم سب جس حیثیت سے چاہو نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ لیکن اس شجر کے پاس نہ جانا کہ کہیں تم ظالموں میں سے نہ ہو جاؤ۔

اس آیت میں دو الفاظ غور طلب ہیں۔زوج اور الشجر۔

زوج: کے بنیادی معنی ہیں ساتھی اس لئے بیوی کے معنوں میں بھی لیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن نے اس کے بنیادی معنی ساتھی ہی لیا ہے۔ ہر وہ شخص جو کسی کے ساتھ کھڑا ہو وہ اس کا زوج ہے سورۃ الواقع کی آیت نمبر 7 میں تمام انسانوں کو تین ازواج میں تقسیم کیا گیا ہے۔ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً "تم تین اقسام کے لوگ ہو"۔ آگے مزید تفصیل بتائی گئی کہ یہ تین اقسام کے لوگ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ , أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ , وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ہوتے ہیں۔

الشجر: جس کے بنیادی معنی ہیں پھٹنا، علیحدہ کرنا تفریق کرنا۔ کیونکہ درخت کی شاخیں بھی تنے سے پھٹ کر علیحدہ ہوتی ہیں اس لئے درخت کو بھی شجر کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ "ھذہ الشجرہ" اس شجر میں ھذہ کا اشارہ کس کے لئے ہے؟ یقیناً اس مقام سے پہلے شجر کو بیان کیا جاچکا ہے اسی لئے ھذہ کا لفظ آیا ہے ورنہ ھذہ کا لفظ نہ آتا۔

دراصل یہ شجر اس معصیت اور تکبر کا شجر ہے جس کی وجہ سے شیطان علہدہ ہوا اور اس آیت میں انسان کو اسی شجر یعنی نافرمانی اور تکبر سے روکا گیا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ O وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ O

پس دونوں کو شیطان نے وسوسے میں ڈالا تا کہ ان کی وہ برائیاں جو پس پشت ڈال دی گئی تھیں نظر آنے لگیں اور شیطان نے کہا کہ تمہارے رب نے تم کو اس شجر سے کیوں روکا سوائے اس وجہ سے کہ تم کہیں بادشاہ نہ بن جاؤ اور ہمیش کی زندگی پاؤ۔

اس آیت میں بھی چند الفاظ غور طلب ہیں۔

سواتہما: کا لفظ "س و ء" سے ہے جو برائی کے معنوں میں قرآن نے اکثر جگہ پر استعمال کیا ہے۔ لیکن یہاں مترجمین اور مفسرین نے اس کے معنی جنس کے حوالے سے ستر کے کئے ہیں جس کی وجہ سے یہودی تصور قرآن میں آگیا ہے کہ آدم اور حوا نے جب گیہوں کھایا تو وہ ننگے ہو گئے، یا ننگے ہونے کا شعور آگیا۔ یہ ایک عجیب تصور ہے کہ اگر آدم گیہوں کا دانہ نہ کھاتے تو ستر نہ کھلتے اور خدا کی تخلیق میں ستر فالتو ہی ہوتا۔ سوچنے کی بات ہے کہ آدم کہ وجہ سے بنی نوع آدم تو ستر کھول بیٹھے لیکن باقی تمام مخلوقات کو کس گناہ کی سزا دی جارہی ہے انہوں نے کون سا گیہو کھایا تھا کہ وہ بھی جنت سے نکال دیئے گئے۔ اور آج زمین پر نظر آرہے ہیں۔

انسان جب بھی وحی الہی سے دور ہو گا معاشرہ میں برائیاں نظر آنے لگتیں ہیں اور جیسے ہی وحی الہیہ کا قیام ہوتا ہے تمام برائیاں غائب ہو جاتی ہیں۔ اللہ کے پیغام کی حکم عدولی اور تکبر اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ احکامات جس میں تمام انسانیت کے لئے بنیادی حقوق مساوی ہیں پامال کئے جائیں اور انسانیت کے حقوق کا استحصال کر کے زمین پر حکومت ان افراد کی ہو جائے جو طاقت کے بل بوتے پر لوگوں کو اپنا مطیع بنا سکیں۔ اور دوسرا یہ سلسلہ آئندہ نسلوں میں بھی چل سکے جیسے کہ

بادشاہت کے نظام میں ہوتا ہے۔ اور عوام کو یہ کہہ کر کہ ہم سے زیادہ تمہارا خیر خواہ کون ہو سکتا ہے دھوکہ دینا اس کا شیوہ ہے۔ اسی لئے اس نے قسمیں کھا کر کہا میں یقینا تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔

فَدَلاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ O

پس دھوکہ دے کر اس نے ان دونوں کو اپنی طرف کھینچ لیا اور جیسے ہی انہوں نے اس معصیت اور تکبر کے شجر کو چکھا ان کی برائیاں کھل کر ان کے سامنے آگئیں اور انہوں نے جنت کے اوراق یعنی احکامات الہی جن کے ذریعے جنت حاصل ہوتی ہے کو اپنے اوپر لاگو کرنا شروع کیا تو وہ اپنے مقصد کے قریب ہو گئے اور ان کے رب نے پوچھا کہ میں نے تم کو اس شجر کے پاس جانے سے نہ روکا تھا؟ اور تم سے کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اس آیت میں چند باتیں غور طلب ہیں۔

جنت کے اوراق کیا ہیں۔ کیا یہ اس جنت کے باغوں کے درختوں کے پتے ہیں جو مولوی نے بنا رکھی ہے ؟ یا یہ وہ احکامات الہی کے اوراق ہیں جو اسی دنیا میں جنت کے حصول کا باعث ہوتے ہیں۔ یقینا یہ وہ احکامات ہیں جن کے قیام سے ہم اس دنیا کو جنت بنا سکتے ہیں۔ دوسرا لفظ ہے **طفقا**، یہ فعل مضاربہ ہے جیسے جعل، اخذ وغیرہ۔ یہ وہ افعال ہوتے ہیں جو کسی کام یا خبر کی تکمیل کے قریب ہونے کی اطلاع دیتے ہیں "ط ف ق" کے مادہ سے بنے الفاظ میں شروع کرنا، کامیاب ہونا، اور مقصد حاصل ہونے کے قریب ہونا شامل ہے۔

تیسرا لفظ ہے **خصفان**۔ اس کا مادہ "خ ص ف" ہے جس کے معنی ہیں پیروی کرنا اس لئے اس آیت کا سادہ ترجمہ ہے کہ انہوں نے اوراق الجنہ کی پیروی شروع کر کے اپنے مقصد کے حصول کے قریب ہو گئے۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ O قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ O قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ O

دونوں نے اقرار کیا کہ ہم نے اپنے نفوس (یعنی اپنے اوپر) پر ظلم کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہیں کرے گا اور رحم نہیں فرمائے گا تو لازماً ہم خسارہ پانے والوں میں ہو جائیں گے۔ کہا کہ تم لوگ ایک عرصہ تک تنزلی کی حالت میں ایک دوسرے کے دشمن بن کر رہو گے اور تمہارے لئے زمین میں ایک مستقر بھی ہو گا اور فائدہ بھی اور کہا کہ اسی زمین میں کبھی تم کامیاب بھی ہو گے اور ناکام بھی اور اسی سے پھر نکالے بھی جاؤ گے۔

یعنی یہ عروج و زوال اسی طرح چلتا رہے گا۔ جب کبھی احکامات الٰہی کے تحت معاشرہ قائم ہو گا عروج مل جائے گا۔ حکومت بن جائے گی لیکن جیسے ہی احکاماتا الٰہی کی خلاف ورزی ہو گی زوال اور پستی میں قوم چلی جائے گی۔ اور اسی پستی سے پھر عروج کہ طرف نکالی جائے گی۔ اب آگے دیکھئے کہ کیا کہا جا رہا ہے ارشاد ہو رہا ہے۔

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ O

اے بنی آدم ہم نے تم پر پیش کر دیا ایک ایسا لباس جو تمہاری برائیوں کو پس پشت ڈالتا ہے اور تمہاری آرائش بھی ہے یعنی یہ تقویٰ کا لباس ہے جو کہ خیر ہے یہ اللہ کی آیات سے ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

اس میں جو لباس اتارا گیا وہ وہی ورق لجنہ ہے جو پچھلی آیت میں بیان ہوا جو انسان کی برائیوں کو معاشرے میں پھلنے پھولنے نہیں دیتا، جو خوبصورتی اور آرائش کا مظہر ہوتا ہے، جسے تقویٰ کا لباس کہا گیا اور جسے آیت اللہ بھی کہا گیا۔ آگے مزید ارشاد ہوا۔

يَا بَنِي آدَمَ لا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لا يُؤْمِنُونَ O

اے بنی آدم شیطان تم کو اسی طرح آزمائش میں نہ ڈال دے جس طرح تمہارے اباؤاجداد یعنی اصلاف کو جنت سے نکالا، وہ ان سے تقوی کا لباس کھینچ لیتا ہے تا کہ ان کی برائیاں کھل کر متشکل ہو جائیں یقینی طور پر وہ اور اس کے قبیل کے لوگ تم لوگوں کو اس حیثیت سے دیکھتے ہیں جس حیثیت سے تم ان کو نہیں دیکھتے بلاشبہ ہم نے شیطان کو اہی کا دوست بیایا ہے جو اہل امن نہیں ہوتے۔

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنَّ اللَّهَ لا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لا تَعْلَمُونَ O

اور جب بھی فحش کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے اصلاف کو اسی فحاشی پر پایا اور اسی کا اللہ نے حکم دیا ہے اعلان کرو کہ اللہ یقیناً فحش کا حکم نہیں کرتا کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تم کو علم نہیں۔

یہاں بات مزید واضح ہو گئی کہ فحش کیا ہے۔ ذرا غور کیجئے کسی نے بھی آج تک جنسی بے راہ روی کا برملا اعلان کیا ہے کہ میرے آباء و اجداد بھی فحاشی میں ملوث رہے ہیں اور یہ کہ میرے خدا نے بھی اسی کا حکم دیا ہے۔ اگر جواب نہیں میں ہے تو یہ فحاشی وہی ہے جو ساری امت 1200 سال سے کرتی چلی آ رہی ہے۔ یعنی احکامات الہی کو چھوڑ کر ایسی جھوٹی روایات پر عمل کر رہی ہے جسکو اللہ اور اس کے رسول سے منسوب کیا جا رہا ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سورۃ الاعراف کی مذکورہ بالا آیات میں کہیں بھی جنسی اختلاط کا ذکر نہیں آیا لیکن شیطان کے نقش قدم پر چلنے کو فحاشی کہا گیا اور "اوراق الجنہ" سے انسان اپنی برائیوں کو ڈھانپ لیتا ہے اور وہ چیز جو شیطان کھینچ لیتا ہے یعنی "لباس التقویٰ" بتایا گیا ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ جب کبھی بھی وہ فحش کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہمارے باپ دادا بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ سوچنے کی بات ہے کہ وہ کون سا بدکردار شخص ہے جو فحاشی کو اپنے آباء کی طرف منسوب کرے گا۔ کبھی بھی کسی شخص نے بلا استثناء اپنے آباء کو عیاش نہیں کہا۔ پھر اس حکم کو اللہ سے منسوب کرنا کہ اس نے فحاشی کا حکم دیا ہے! عجیب سی بات لگتی ہے۔ آج تک بد سے بدتر شخص نے فحاشی کو خالق کی طرف سے حکم نہیں کہا ہے اور خدا بھی جس نوعیت کا جواب دے رہا ہے اسی سے اندازہ لگایئے کہ فحاشی کو کس مفہوم میں بیان کیا گیا ہے۔

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ

اعلان کرو کہ میرے رب نے تو عدل کا اور انصاف کا حکم دیا ہے کہ اپنی توجہات کو ہر حکم کے مطابق لگائے رکھو اور اسی کی دعوت اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے دیتے رہو۔ جس طرح تم کو شروع کیا تھا اسی طرح اعادہ کرے گا۔

آپنے دیکھ لیا ان آیات میں چند وضاحتیں سامنے آ گئیں:

ا۔ میرا رب عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔

۲۔ میں اپنی توجہات احکامات الٰہی کی طرف ہی لگائے رکھوں۔

۳۔ اس کے دین کی دعوت مخلص ہو کے دوں۔

۴۔ جس طرح میری ابتدا مسلم کے طور پر ہوئی تھی اور شیطان کے بہکانے پر غلط راستے پر چل پڑا تھا اس پر پھر لوٹ کے آنا ہے۔

آگے مزید ارشاد ہے۔

فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ

ایک گروہ ہدایت یافتہ ہو گیا جب کہ ایک گروہ پر گمراہی برحق ہو گئی ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر شیاطین کو اولیا بنالیا اور گمان یہ کرتے ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں۔

غور کیجئے ان آیات میں دعوت کس طرف کی دی جارہی ہے۔ ہدایت یافتہ کن لوگوں کو کہا جارہا ہے۔ اور گمراہ کسے کہا جارہا ہے۔

آپ نے غور کیا اس آیت میں کہیں بھی جنسی اختلاط کا ذکر نہیں ہے۔ اس میں تو ہدایت پر چلنے سے ہدایت یافتہ ہونے کا ذکر ہے اور نہ چلنے پر گمراہی کا ذکر ہے اور وہ لوگ جو گمراہی پر چلتے ہیں وہ شیاطین کو اولیاء بنا کر سمجھتے ہیں کہ وہ سب سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ اسی چیز کو سورۃ الروم میں مشرکین کے حوالے سے یوں کہا گیا ہے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ

ہر گروہ ان تعلیمات پر نازاں ہے جو اس کے پاس ہے۔

بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ احکامات الٰہی پر نہ چلنے کو فحاشی کہا گیا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں کو احکامات الٰہی پر چلنے والا بتایا گیا ہے۔ اب آگے دیکھئے کہ سورۃ الاعراف کی آیات میں انسان کو کیا نصیحت کی جارہی ہے۔

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ O قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

اے بنی آدم اپنی زینت کو ہر حکم الٰہی کے مطابق پکڑو اور احکامات الٰہی کا علم حاصل کرو اور اس پر عمل پیرا رہو اور حدود شکنی نہ کرنا یقیناً وہ حدود شکن لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے پوچھو اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے اور رزق سے ہر موزوں چیز کو کس نے حرام کیا ہے۔

بتادو کہ یہ دنیاوی زندگی میں اور مکافات عمل کے وقت خاص طور پر اہل ایمان کے لئے ہے اور اسی وجہ سے ہم اہل علم کے لئے آیات کو فیصلہ کن بتاتے ہیں۔

ان آیات میں دیکھ لیجئے کہ اللہ نے زینت کس کو کہا ہے۔ اگر تو یہ اللہ کے خالص بندو کے لئے ہے اور پہننے والا لباس ہے تو پھر یہ امیر و کبیر کے لئے ہی ہے کیونکہ امراء ہی اچھے لباس کی زینت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں غریب بیچارہ زینت تو دور کہ بات کپڑے سے تن ڈھانپنے کو بھی ترستا رہے گا۔ اور اگر اس بات کو اقوام کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ زینت ان قوموں کے لئے ہے جو کھاتی پیتی قومیں ہیں۔ مسلم ممالک کی غریب عوام تو ترقی یافتہ قوموں کے اترے ہوئے کپڑے اور استعمال شدہ اشیاء استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔

جی نہیں یہ قرآن امیر افراد یا قوم کی قیمتی اشیاء یا لباس کے لئے نہیں آیا بلکہ یہ احکامات الٰہی کی زینت سے ہر انسان کو بہرہ ور کرنے آیا ہے۔ اس آیت میں "عند کل مسجد" آیا ہے عند کے معنی قریب، نزدیک اور مطابق کے ہوتے ہیں۔ جس طرح ہمارا ہر عمل "عنداللہ" یعنی اللہ کے نزدیک، اللہ کے حکم کے مطابق ہونا چاہئے اسی طرح عند کل مسجد ہماری زینت ہر مسجد کے مطابق ہونی چاہئے۔ یاد رکھئے "مسجد" کسی عبادت گاہ کا نام نہیں ہے بلکہ وہ حکم ہے جس کے آگے ہم سرنگو ہوتے ہیں۔ اس لئے ہماری زینت یعنی ہمارا عمل ہر حکم الٰہی کے مطابق ہونا چاہئے تمام آیات کا نچوڑ آیت نمبر 33 میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لا تَعْلَمُونَ

اعلان کرو کے میرے رب نے تو صرف حرام کیا ہے فواحش کو جو اس کا ظاہر یا چھپا ہو اور ہر جرم کو اور ضد میں آکر خدا کے خلاف بغاوت کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو جس کے لئے کوئی دلیل نہیں اتاری گئی یعنی تم اللہ پر وہ بات کہو جس کا تم کو علم بھی نہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآن کے مطابق۔۔۔۔۔۔ "فحش صرف وہ بات ہے جو وحی الہی کو پس پشت ڈال کر اللہ سے منصوب کر دی جائے"۔ فحش ہر گز ہر گز وہ قول یا عمل نہیں جو ہمارے ذہنوں میں جنس کے حوالے سے ڈال دیا گیا ہے۔